یہ گوناگونی اور رنگارنگی حیرانی کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور اسی حیرانی کے باعث قرآنِ حکیم کے اصل مطالبِ مدّعا کی ڈور کا سرا اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے! حالانکہ ذرا توقّف و تأمّل اور ادنیٰ غور و فکر سے اصطلاحاتِ قرآنی کا یہی تعدّد و تنوع ہے "گل ہائے رنگارنگ سے ہے رونقِ چمن۔ اے ذوقؔ اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے!" کے مصداق حکمتِ قرآنی کے ایک حد درجہ حسین و جمیل چمنستان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور مختلف الفاظ کے استعمال سے متذکرہ بالا اَساسی تقاضوں کے مختلف گوشے اس طرح نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں کہ کسی کو کوئی ابہام یا اشکال باقی نہیں رہتا ——— تو آئیے کہ ہم دین کے ان تین بنیادی فرائض کے مختلف پہلوؤں کو ان اصطلاحات کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کریں جو کتاب و سنّت میں ان کے لئے وارد ہوئی ہیں!! ۔

## (بقیہ: مضاربت)

کو تو نفع کمانا ہوتا ہے خواہ کسی طریقے سے بھی ہو۔

پھر چونکہ اسلام میں خرید و فروخت صرف ایسی چیزوں کی جائز ہے جو اپنی ذات کے اندر انسان کے لئے کوئی فائدہ رکھتی اور آدمی کی کسی طبعی و حقیقی ضرورت کو پورا کر سکتی ہوں، اور چونکہ کمپنیوں کے کاغذی شیئرز ایسی چیزوں کی تعریف میں نہیں آتے لہٰذا ان کی خرید و فروخت ناجائز قرار پاتی ہے، اور اگر ان کاغذی شیئرز کو کرنسی نوٹوں کی حیثیت دی جائے جو زر و نقدی کے حکم میں ہوتے ہیں تو پھر ان کی خرید و فروخت، زر و نقدی کے عوض زر و نقدی کی خرید و فروخت ہوگی جو صریح طور پر ربوٰ ہے۔

——— ختم شد ———

© rasailojaraid.com

بعثتِ انبیاء و رسل کا اساسی مقصد ـــــــ اور

بعثتِ محمدیؐ کی تمامی و تکمیلی شان ـــــــ نیز

انقلابِ نبوی کا اساسی منہاج ـــــــ

ایسے اہم موضوعات پر:

ڈاکٹر اسرار احمد

کی

حد درجہ جامع تصنیف

# نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجئے

اعلیٰ سفید کاغذ ○ عمدہ طباعت ○ قیمت فی نسخہ ۔/۴ روپے

مرکزی انجمن خدام القرآن

۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ◎ لاہور

© rasailojaraid.com

حقائق و معارف

اسرار احمد

# حقیقتِ انسان

## (۲)

یہ تو سب جانتے ہیں کہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ 'واجب الوجود' اور 'قدیم' ہے ——— جبکہ کُل کون و مکان اور انسان سمیت جملہ مخلوقات 'موجودات' 'ممکن' اور 'حادث' ہیں ——— لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ 'وجوب' سے 'امکان' اور 'قِدم' سے 'حدوث' کا سفر کیسے اور کن مراحل سے گذر کر طے ہوا ——— اور آیا اس طویل سفر میں 'تنزّل' ہی 'تنزّل' ہے یا کوئی مرحلہ ارتقاء کا بھی آیا ہے؟

---

اس مشکل بلکہ تقریباً لاینحل مسئلے کا ایک حل تو قدیم منطق اور فلسفے کے ماہرین نے کیا ——— کہ 'واجب' سے 'ممکن' اور 'قدیم' سے 'حادث' کے مابین "عقول عشرہ" اور "نُہ افلاک"[1] "تصنیف کر ڈالے جن کے لئے کوئی دلیل نہ تجرباتی علم میں ہے نہ وحیِ آسمانی میں!

خود وحیِ آسمانی نے بھی اس کے ضمن میں نہ تفصیلی بحث کی نہ صراحت سے کام لیا بلکہ صرف 'اشارات' پر اکتفا کیا - اس لئے کہ اُس کا اصل مقصد 'ہدایت' اور 'صراطِ مستقیم' کی وضاحت ہے اور اس کے ضمن میں بھی اُس نے عوام کی ضروریات اور اُن کے فہم و شعور کی سطح کو زیادہ پیشِ نظر رکھا ہے اور دقیق حقائق و معارف کے ضمن میں اجمالی اشاروں پر اکتفا کی ہے'

---

[1] دس عقلیں اور نو آسمان!

© rasailojaraid.com

کہ ـــــ "عاقلاں را اشارہ کافی است!"

البتہ علم "عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں!" کے مصداق "علم الاسماء"، جو آدمؑ کو ابتدا ہی میں عطا کر دیا گیا تھا، گویا نوعِ انسانی میں بالقوۃ (POTENTIALLY) ودیعت کر دیا گیا تھا، ظہور و بروز کی بےشمار منزلوں سے گزر کر اب اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ "تخلیق" اور "تسویہ" کی تحقیق و تفتیش سے بڑھ کر "تکوین" یا "ایجاد و ابداع" کے در پر دستک دے!

---

قرآنِ حکیم "تکوین" یا "ایجاد و ابداع" کی اساس اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کُن" کو قرار دیتی ہے ـــــ بفحوائے آیاتِ قرآنیہ

(۱) وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٥ البقرہ : ۱۱۷

(۲) إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٥ آل عمران : ۴۷

(۳) سُبْحَانَهُۥٓ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٥ مریم : ۳۵

(۴) فَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٥ المومن : ۶۸

یہ چاروں آیات تو تقریباً ہم معنیٰ ہیں ـــــ اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اُس کے لئے اُس کا بس یہ کہنا کفایت کرتا ہے کہ "کُن" اور وہ ہو جاتی ہے ـــــ البتہ دو مزید آیات میں ذرا اطناب کا انداز ہے :

(۵) إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ إِذَآ أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٥ (النحل : ۴۰)

جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اُس کے لئے بس ہمارا یہ کہنا ہی (کافی) ہوتا ہے کہ "ہو جا"، تو وہ ہو جاتی ہے!

(۶) إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن

اُس کے امر کی شان، تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرما

© rasailojaraid.co

فَيَكُوْنُ ۝ (یٰسٓ : ۸۲)

لیتا ہے تو (بس یہ) کہتا ہے کہ (ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم جہاں اللہ تعالیٰ کے فرامین و فرمودات، اوامر، احکام، نوامیس و قوانین اور فیصلوں اور طے شدہ امور کو ”کلمات“ سے تعبیر کرتا ہے وہاں مندرجہ ذیل دو آیات میں اس کا پورا امکان موجود ہے کہ ”کلماتُ ربّی“ اور ”کلماتُ اللہ“ کے لاتعداد ہونے سے مراد جہاں اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کا لامحدود ہونا ہو وہاں اُس تعالیٰ کی ’مخلوقات‘ کا ’لا یُحْصیٰ‘ ہونا بھی ہو، اس لئے کہ فی الواقع اُس تعالیٰ کی ’مخلوقات‘ ہی اُس کے کمالِ علم، کمالِ حکمت اور کمالِ قدرت کی نشانیاں یعنی ”آیات“ ہیں ——— اس معنی میں گویا ہر مخلوق اللہ کے ایک کلمۂ ”کُن“ کا ظہور ہے:-

(۱) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ (الکہف: ۱۰۹)

”کہہ دو کہ میرے پروردگار کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بن جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں۔ خواہ اسی جیسا ایک اور سمندر لے آئیں مدد کیلئے!“

(۲) وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ۔ (لقمٰن: ۲۷)

”اور اگر زمین کے کل درخت قلم بن جائیں اور سمندر (سیاہی کا کام دے اور) اس کے بعد سات سمندر اور ہوں مدد کیلئے، تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔“

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا آیات کے عمومی اسلوب سے قطع نظر، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات وایجادات میں سے تعیّن کے ساتھ صرف حضرت مسیح علیہ السّلام کو "کلمۃ اللہ" قرار دیا گیا ہے ——— جیسے سورۃ آل عمران کی آیت ۳۰ میں حضرت زکریا کو حضرت یحیٰی کی ولادت کی خوش خبری کے ضمن میں حضرت یحیٰی کو "مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللهِ" قرار دیا گیا ہے ——— اور ذرا آگے چل کر آیت نمبر ۴۵ میں حضرت مریم کو حضرت مسیحؑ کی بشارت کے ضمن میں "اِنَّ اللهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ——— اور اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ سورۃ نساء کی آیت ۱۷۱ میں فرمایا گیا:

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ | "بے شک مسیح یعنی مریم کا بیٹا |
| مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللهِ وَ | عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اس کا |
| كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى | 'کلمہ' جو القا فرمایا اس نے |
| مَرْيَمَ ٥ | مریم کی جانب! |

اس کا سبب بظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کی 'تخلیق' اور 'تسویہ' کے ساتھ ساتھ 'تقدیر' اور 'ہدایت' کا سلسلہ بھی قائم فرما دیتا ہے بفحوائے

| | |
|---|---|
| سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ٥ | "تسبیح کروا نیے اس رب کی |
| الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ٥ | جو سب سے بالا و برتر ہے، جس نے |
| وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ٥ | بنایا پھر سنوارا جس نے اندازہ |
| (الاعلیٰ: ۱تا۳) | ٹھہرایا پھر راہ معیّن کی"۔ |

یہی تقدیر و ہدایت ہے جو 'جمادات' کی سطح پر 'قوانین طبیعیہ' یعنی 'PHYSICAL LAWS OR LAWS OF THE NATURE' کی شکل اختیار کرتی ہے ——— نباتات کے معاملے میں خالص طبیعی قوانین پر حیاتیاتی قوانین 'BIOLOGICAL LAWS' کا اضافہ ہوتا ہے، مزید آگے چل کر

© rasailojaraid.com

'حیوانات' کے ضمن میں ان دونوں اقسام کے قوانین پر 'جبلی قوانین' ( INSTINCTS ) کا اضافہ ہوتا ہے اور انسان کے معاملے میں ان تینوں پر اضافہ ہوتا ہے 'استدلالی قوانین' ( RULES OF LOGIC ) کا —— جس سے بالاتر سطح صرف 'وحیِ ربانی' کی ہے! —— تو جملہ مخلوقات کے معاملے میں جہاں تک معاملہ ان قوانین کے تحت چلتا رہے اللہ تعالیٰ کے کسی 'اضافی' امرِ کن' کی ضرورت نہیں ہوتی —— لیکن جہاں ان میں کوئی تبدیلی مطلوب ہو یعنی —— عمومی سلسلۂ اسباب و نتائج ( CAUSE & EFFECT ) یا 'عادی قانون' کو توڑ کر اللہ اپنی کسی مشیّتِ خصوصی کو ظاہر فرمانا چاہے (چنانچہ ایسی کو 'خرقِ عادت' یا 'معجزے' سے تعبیر کیا جاتا ہے!) یا عام اسبابِ عادیہ کی کسی کڑی کو حذف کرنا ہو تو ایک اضافی کلمۂ 'کُن' اس کڑی کی جگہ لیتا ہے —— چنانچہ یہ ہے وہ صورت جو حضرت عیسیٰؑ کے معاملے میں پیش آئی کہ انسانی سلسلۂ تناسل جو عام طبعی اور حیاتیاتی قوانین کے مطابق 'مرد' اور 'عورت' کے "نطفۂ امشاج" سے شروع ہوتا ہے آنجنابؑ کے معاملے میں اسقدر بدل گیا کہ آپؑ کی پیدائش بن باپ کے ہوئی گویا ایک کڑی حذف ہو گئی اور اللہ کے ایک کلمۂ کُن نے ایک کڑی کی جگہ لے لی —— چنانچہ وہ "کلمۃٌ مِن اللہ" یا "کلمۃٌ منہ" یا "کلمۃ" قرار پائے۔

---

یہ بات 'متکلمین' کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ 'کلام' —— 'متکلم' کی صفت ہوتا ہے —— اسی بنا پر علامہ اقبال نے قرآن حکیم کو "مثلِ حق" قرار دیا ہے

؎ "مثلِ حق پنہاں وہم پیداست او —— زندہ و پائندہ و گویاست او!"

اور صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں یہ بات بھی بدیہی اور متفق علیہ ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کے مانند اطلاقی شان کی حامل ہیں ——

رہی 'ذات' اور 'صفات' کی باہمی نسبت یعنی علامہ اقبال کے الفاظ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

میں ہے" ہمیں صفاتِ ذاتِ حق، حق سے جُدا یا عینِ ذات ہے" تو اس
میں تقریباً لاینحل مسئلے کا حل بھی "لا عین و لا غیر" کے سوا اور کوئی نہیں!
(خواہ یہ بظاہر کتنا ہی مہمل نظر آئے!)

**لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ وہ کلمۂ 'کُن' بھی جو موجودہ کون و مکان کے کل سلسلۂ تکوین و تخلیق کا نقطۂ آغاز بنا، ابتدا ہی میں لازماً 'مطلق'، 'لامحدود' ـــ اور 'کیف' و 'کم' کے جملہ تصورات سے ماوراء تھا۔ البتہ اسی کلمۂ 'کُن' نے 'تنزلات' کی منزلیں طے کرنی شروع کیں جن کے ذریعے 'وجوب' سے 'امکان' ـــ اور 'قِدَم' سے 'حدوث' کی جانب سفر شروع ہوا!**

گویا 'تنزلات' کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب نہیں اس کلمۂ 'کُن' کی جانب ہے! ـــ یہی وجہ ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی نے کُل کون و مکان اور جملہ موجودات و مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے 'اسماء' اور 'صفات' کے 'اظلال' سے تعبیر فرمایا ہے!

---

اس مرحلے پر یوحنا کی انجیل کے ابتدائی چند جملے بہت دلچسپی کا باعث ہوں گے ـــ اگرچہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ وحیِ ربانی کی بجائے کسی فلسفیانہ اور متکلمانہ ذوق کے حامل انسان کے ذہن سے نکلے ہیں:۔

"ابتداء میں کلام تھا ـــ اور کلام خدا کے ساتھ تھا ـــ اور کلام خدا تھا، یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اسی کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔"
(یوحنا، باب اوّل: ۱ تا ۳)

© rasailojaraid.com

قرآنِ حکیم کی اساسی اصطلاحات میں 'کلمہ' ہی کی طرح جامع اور گمبھیر اصطلاح 'امر' کی بھی ہے ـــــ بنیادی طور پر یہ قرآنِ مجید کے چند نہایت کثیر الاستعمال الفاظ میں سے ہے ۔ چنانچہ لفظِ 'امر' کہیں 'مسئلہ' یا 'معاملہ' کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، کہیں 'حکم' یا 'فیصلہ' کا مفہوم ادا کرتا ہے' کہیں 'اختیار' اور 'قدرت' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کہیں اُردو زبان کے کثیر المفہوم لفظ 'بات' کے معنی میں آتا ہے ـــــــــ اور اِن جملہ مفاہیم کے علاوہ اس کا ایک خاص 'اصطلاحی' مفہوم بھی ہے جس کے اعتبار سے یہ 'خلق' کا 'مقابل' یا کم از کم 'مغائر' ضرور ہے ۔ چنانچہ سورۃ اعراف کی آیت ۵۴ میں جہاں 'واوِ عطف' کے ذریعے 'خلق' اور 'امر' کو اللہ کی ملکیتِ مطلقہ یا اختیارِ مطلق کے تحت 'جمع' کر دیا ہے وہاں ان دونوں کے مابین 'نسبتِ مغائرت' بھی قائم کر دی ہے :

| | |
|---|---|
| اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُؕ | آگاہ ہو جاؤ! کہ اسی کے ہیں |
| تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ | خلق اور امر (دونوں) بڑی برکت والا ہے |
| (الاعراف : ۵۴) | جو رب ہے تمام جہانوں کا ! |

اس 'امر' کے بارے میں دو باتیں نہایت اہم اور لائقِ توجہ ہیں !

ایک یہ کہ قرآنِ حکیم کی جن آیات میں "کُنْ فَیَکُوْن" کی تکوینی شان کا بیان ہوا ہے اُن سب میں بلا استثناء 'امر' ہی کا لفظ آیا ہے ـــــ 'خلق' کا لفظ کسی ایک جگہ بھی استعمال نہیں ہوا ـــــ یعنی یہ انداز کسی ایک جگہ بھی نہیں ملتا کہ 'اذا اردنا ان نخلق شیئًا فانما نقول له کُن فیکون' ـــــــ اور قرآن کے مقام رفیع سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ اسے محض ایک اتفاق مانا جائے، بقول غالب : ؎

"گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیو  جو لفظ کہ غالبؔ مِرے اشعار میں آوے!!"

اور ـــــ ع "زیر ہر ہر لفظ غالبؔ چیدہ ام میخانۂ !!"

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

دوسرے یہ کہ اس کا ایک نہایت گہرا اور قریبی تعلق لفظِ "روح" کیساتھ ہے۔ بمطابق آیات قرآنی :

| | |
|---|---|
| (۱) وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل : ۸۵) | اور وہ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے ۔ |
| (۲) یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (النحل: ۲) | وہ فرشتوں کو اپنے امر کی روح کے ساتھ اتارتا ہے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے |
| (۳) یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (المومن : ۱۵) | وہ ڈالتا ہے روح، جو اس کے امر میں سے ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ۔ |
| (۴) وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ : ۵۲) | اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف بھی وحی کی ہے ایک روح اپنے امر میں سے ۔ |

ان آیاتِ مبارکہ میں سے دوسری اور تیسری آیات میں "الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِہٖ" سے مراد بالاتفاق مطلقاً وحیٔ نبوّت ہے، چوتھی آیت میں معین طور پر وحیٔ قرآنی کا ذکر ہے ـــــ پہلی آیت میں بھی بعض حضرات کے نزدیک مراد وحیٔ قرآنی ہی ہے ـــــ لیکن جمہور کے نزدیک اس سے مراد "روحِ انسانی" ہے ـــــ بہرحال سردست اصل قابلِ توجہ معاملہ "روح" اور "امر" کے مابین قریبی رشتے اور تعلق کا ہے !!!

---

اب اگر قرآن حکیم میں لفظِ "روح" کے دوسرے استعمالات و اطلاقات

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پر غور کیا جائے تو جو صورت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے:

(۱) چار مقامات (البقرہ: ۸۷ و ۲۵۳ — المائدہ: ۱۱۰ — النحل: ۱۰۲) پر "روح القدس" کے الفاظ وارد ہوتے ہیں — اور ایک مقام (الشعراء: ۱۹۳) پر "الروح الامین" کے الفاظ آئے ہیں، اور ان تمام مقامات پر مراد غالب اکثریت کے نزدیک حضرتِ جبرئیلؑ ہیں!

(۲) دو مقامات (المعارج: ۴ اور القدر: ۴) پر "الملٰئکۃ والروح" کے الفاظ آئے ہیں اور ایک مقام (النباء: ۳۸) پر "الروح والملٰئکۃ" کے — اور اگرچہ بعض شاذ رائیں اور بھی پائی جاتی ہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ عام پر خاص یا خاص پر عام کے عطف کا معاملہ ہے — اور "الروح" سے مراد ان مقامات پر بھی حضرتِ جبرئیلؑ ہی ہیں! دوسرے نمبر پر رائے یہ ہے کہ اس سے مراد ہیں 'ارواحِ انسانیہ'

(۳) سورۂ مجادلہ (آیت نمبر ۲۲) میں مومنینِ صادقین کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید کے ضمن میں "اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ" کے الفاظ آئے ہیں جس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی 'غیبی' مدد جو، جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دوسرے مقامات (جیسے سورۂ انفال: ۱۲ اور سورۂ آلِ عمران ۱۲۴، ۱۲۵) سے معلوم ہوتا ہے اکثر ملائکہ ہی کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے۔

(۴) اپنی ذاتِ مبارکہ کی جانب اضافت کی نسبت کے ساتھ لفظ 'روح' کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں چھ مقامات پر استعمال فرمایا ہے: تین بار تخلیقِ انسانی کے ضمن میں کہ "تخلیق" اور 'تسویہ' کے مراحل کی تکمیل کے بعد اُس میں اللہ نے "اپنی روح" میں سے پھونکا (السجدہ: ۹ — الحجر: ۲۹ اور ص: ۷۲) — اور تین ہی بار حضرتِ مریمؑ کے ذکر میں — جن میں سے دو مقامات (الانبیاء: ۹۱ اور التحریم: ۱۲) پر حضرتِ [illegible] حضرتِ مسیحؑ کے استقرارِ حمل کے ضمن میں فرمایا گیا کہ "ہم

© rasailojaraid.com

نے اپنی رُوح میں سے پھونکا" ـــ اور ایک مقام (مریم : ۱۷) پر باں طور کہ جو فرشتہ انہیں حضرت مسیحؑ کی بشارت دینے کے لئے بھیجا گیا تھا اُسے "رُوحنا" (ہماری رُوح) سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) آخری ـــ اور موضوعِ زیرِ بحث کے اعتبار سے اہم ترین ـــ یہ کہ سُورۂ نساء کی آیت ۱۷۱ میں جہاں حضرت مسیحؑ کو "کلمۃ" سے تعبیر فرمایا گیا ـــ وہاں "روحٌ مِّنہُ" بھی قرار دیا گیا!

**اِس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمۂ "کُن" ـــ اُس کے "امر" اور لفظِ 'روح' کے مابین بڑا قریبی رشتہ و تعلق ہے ـــ اور ملائکہ، ارواحِ انسانیہ، اور روحی کم و بیش ایک ہی قبیل کی حقیقتیں ہیں!**

---

ملائکہ، ارواحِ انسانیہ اور وحی کے باہمی قُرب ـــ اور ذاتِ باری سبحانہٗ و تعالیٰ سے اُن کے قریبی تعلق کو ظاہر کرنے والا ایک مزید لفظ 'نُور' ہے، چنانچہ:

(۱) یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم 'وحی' کو 'نور' قرار دیتا ہے جیسے سورہ مائدہ کی آیات ۴۴ و ۴۶ میں تورات ـــ اور انجیل دونوں کو "ھُدًی وَّ نُوْرٌ" سے تعبیر فرمایا گیا اور سُورۃ انعام کی آیت ۹۱ میں تورات کے لئے "نُوْرًا وَّ ھُدًی لِّلنَّاسِ" کے الفاظ وارد ہوئے ـــ اسی طرح خود قرآن حکیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں "نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" ـــ سُورۃ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں "النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ" ـــ اور سورۃ تغابن کی آیت

© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

ۂ ۸ میں " وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا " کے الفاظ استعمال فرمائے!

(۲) فرشتوں کے بارے میں حدیثِ نبوی ﷺ (مسلم عن عائشہؓ) میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ " اللہ نے انہیں نور سے پیدا فرمایا "

(۳) روحِ محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایک مشہور حدیث میں جو اگرچہ محدثین کے معیارِ جرح و تعدیل پر تو پوری نہیں اترتی تاہم اکثر صوفیاء ہی نہیں مفسرین نے بھی اسے قبول فرمایا ہے۔ 'نور' ہی کا لفظ آیا ہے یعنی " اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ " —— اسی طرح ایک اور حدیث جس کا حوالہ تو تاحال دستیاب نہیں ہو سکا لیکن معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مولانا غلام مرشد مرحوم اُسے اپنے دروس میں بیان فرمایا کرتے تھے، اُس کی رُو سے حضرتِ جابرؓ کے اس سوال کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا —— جواباً آنحضورؐ سے منقول ہے کہ " نُوْرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ، نُوْرُ نَبِیِّکَ !! "

(۴) خود ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے، انسانی ذہن کی محدودیت اور نارسائی کے پیشِ نظر، قریب ترین لفظ جو بطورِ تمثیل اختیار کیا گیا وہ 'نور' ہی ہے —— جیسے سورۂ نور کی آیت ۳۵ " اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " کے الفاظ مبارکہ —— اور حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول " نُوْرٌ اَنّٰی یُرٰی " کے الفاظ

ان حقائق کے پیشِ نظر کیا یہ نتیجہ نکالنا بعید از قیاس یا دُور کی کوڑی لانا قرار دیا جا سکتا ہے کہ

تخلیقِ کائنات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اولین کلمہ 'کُن' نے اپنے تنزّل کے مرحلۂ اوّل میں ایک نورِ بسیط کی صورت اختیار کی —— اور اس سے اللہ تعالیٰ نے خلعتِ وجود عطا فرمایا ملائکہ اور ارواحِ انسانیہ کو

© rasailojaraid.com